حسرت موہانی کی غزل گوئی

جدید اردو غزل میں حسرت موہانی ایک اہم مقام اور امتیازی شان رکھتے ہیں۔ حسرت نے سیاست کو واضح طور پر غزل کے مضمون میں شامل کر کے اس میں ایک مستقل اضافہ کیا ہے۔ ان کی غزل شگفتگی بیاں، جولانی فکر، عشق کی رنگینی، رعنائی حسن اور سوز و گداز کا ایک خوبصورت مرقع ہے۔ حسرت نے اردو غزل کو ایک نیا لہجہ اور نئی توانائی عطا کی۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اردو غزل کی آبرو اس وقت برقرار رکھی جب اردو شعراء نظم گوئی کی طرف اس حد تک مائل ہو گئے تھے کہ غزل کے وجود کو خطرات لاحق ہونے لگے۔ بقول مجنوں گورکھپوری "حالی نے ایک پیر دیرینہ سال (سرسید) کے زیر اثر غزل کو ناقص، مفرِ صنفِ سخن اور بے وقت کی راگنی قرار دے دیا تھا۔ ایسے کڑے وقت میں حسرت موہانی نے غزل کا راگ چھیڑا۔ وہ غزل گو بھی تھے اور غزل کے پارکھ بھی۔ اس نے غزل کو اس کی تمام روایات اور خصوصیات کے ساتھ زندہ رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے معاصرین نے "رئیس المتغزلین" کے لقب سے نوازا ہے۔

حسرت موہانی کی شاعری کی خصوصیات

حسرت کے ہاں اساتذہ کا رنگ

شعر و ادب کی دنیا میں دوسروں سے فیض لینا یا دینا کوئی معیوب بات نہیں۔ ہر بڑا شاعر دوسروں سے خیال ادھار لے کر اسی خیال کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ جہاں تک حسرت کا تعلق ہے تو انہوں نے دیگر شعراء سے اثرات لیے ہیں۔ یہ اثرات موضوعات اسلوب اور فن کے حوالہ سے ہیں جن کا انہوں نے برملا اعتراف کیا ہے۔

غالبؔ و مصحفیؔ و میرؔ و نسیمؔ و مومنؔ
طبع حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض

حسرت تیری شگفتہ کلامی پر آفریں
یاد آ گئیں نسیم کی رنگیں بیانیاں

حسرت کے ہاں کئی شعراء کا تتبع ملتا ہے۔ انہون نے غالب کی زمینوں میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے ہاں آتش، شاد عظیم آبادی کے اثرات بھی ملتے ہیں۔ اور مومن کے بھی دلدادہ ہیں ۔بقول عبادت بریلوی "حسرتؔ مومن کے اندازِ بیاں پر فریفتہ ہیں۔ ان کی ترکیبوں کے قائل اور ان کی رنگیں نگاری کے گھائل ہیں۔"

حسرت تیرے کلام میں مومن کا رنگ ہے
ملکِ سخن میں مجھ سا کوئی دوسرا نہیں

حسرت کسی شاعر سے زیادہ اثر قبول کرتے ہیں تو کسی سے کم۔ مگر ان رنگوں کو ملا کر ایک منفرد اسلوب تخلیق کیا ہے جو سراسر حسرت کا اسلوب ہے۔ انہوں نے شعوری طور پر ان گنت شعراء کے وسیع مطالعہ کی بدولت اپنا شعری اسلوب پختہ کیا جس سے اردو غزل کو ایک نیا لہجہ ملا۔ جو ہر لحاظ سے منفرد ہے۔ لہٰذا فراق گورکھپوری نے بجا فرمایا ہے کہ "حسرت اردو غزل کی تاریخ میں سب سے بڑے مقلد ہیں لیکن انہوں نے تقلید کو تخلیق بنا دیا ہے۔

سادگی و سلاست

حسرت کی نمایاں خصوصیت ان کی سادگی و سلاست ہے۔ ان کے ہاں نہ تو خیال پیچیدہ ہے اور نہ ہی اشعار میں ادبی صنعتوں کی کثرت ہے بلکہ ان کے ہاں ایک خوشگوار اعتدال اور توازن کا احساس ہوتا ہے۔ وہ خود اس نظریے کے قائل تھے۔

شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی جو دل میں اتر جائیں

چنانچہ ان کی شاعری کی نرمی، روانی اور شگفتگی ایک مستقل صفت ہے۔ تکلف، مصنوعی پن اور آورد کی بجائے خلوص، سچائی اور آمد ان کی شاعری کی خصوصیات قرار پاتی ہیں۔

بزمِ اغیار میں ہر چند وہ بے گانہ رہے
ہاتھ آہستہ میرا پھر بھی دبا کر چھوڑا

اسلوبِ بیان کی شگفتگی

حسرت کا کلام اسلوب بیان کی جدت اور سلیقے کا ایک نادر نمونہ ہے۔ انہوں نے ہر استاد سے فیض اٹھایا ہے۔ اور اردو شاعری کی روایات کا گہرا مطالعہ کرنے کے باعث انہیں ان تمام رموز و آلائم سے آگاہی حاصل ہے جو غزل کے مضامین سے متعلق ہیں۔ ان کی غزل کی کلاسیکی رنگ میں ہونے کے باوجود عصر حاضر کی غزل ہے۔ کیونکہ وہ پرانی بات کو نئے ڈھنگ سے کہنے کا فن جانتے ہیں۔

حسن بے پرواہ کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا

رنگ سوتے میں چمکتا ہے طرح داری کا
طرفہ عالم ہے تیرے حسن کی بیداری کا

عشق اور فلسفہ عشق

حسرت نے اگرچہ اپنی شاعری کو عارفانہ، صوفیانہ، عاشقانہ اور فاسقانہ اقسام میں منقسم کر دیا ہے لیکن وہ خالصتاً عشق و محبت کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کا محور و مرکز عشق اور صرف عشق ہے۔ لیکن یہ عشق فطری بھی اور مہذب بھی۔ ان کے ہاں عاشقی ایک

تہذیب کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔انہوں کے عاشقی کو فلسفہ حیات کے طور پر دیکھا ہے۔لہذا ان کا عشق شریفانہ ہے۔ کھیل کھیلنے کا نام نہیں ہے۔

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا
شیوہ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

دل میں کیا کیا ہوسِ دید بڑھائی نہ گئی
روبرو ان کے مگر آنکھ اٹھائی نہ گئی

سیاسی رنگِ شاعری

حسرت کی غزل ایک طرف معاملات حسن و عشق کا ایک مرقع ہے۔تو دوسری طرف اس میں حسرت کی سیاسی سرگرمیوں کا روزنامچہ بھی۔حسرت کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سیاست کو واضح طور پر غزل کی روایت کا مستقل حصہ بنادیا ہے۔یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ سیاسی موضوعات کی آمیزش سے ان کی غزل کی مقبولیت مزید بڑھ گئی ہے۔حق گوئی، بے باکی اور جرات اظہار کا جو انداز ان کی غزل میں ملتا ہے ان میں ایک الگ کہانی پوشیدہ ہے۔

اچھا ہے اہل جور کیے جائیں سختیاں
پھیلے گی یونہی شورش حبِ وطن تمام

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
ایک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی

ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
واللہ کبھی ہم خدمت انگریز نہ کرتے

توانا لب ولہجہ

قدیم شعراء کے مریضانہ انداز کے برعکس حسرت کی غزل میں ایک توانا اور صحت مندانہ لب ولہجہ ملتا ہے۔ان کے کلام میں یاس وناامیدی کا عنصر بہت کم ہے۔وہ روایتی عاشق کی طرح رونے دھونے، منہ بسورنے کے قائل نہیں بلکہ ہر غم عاشقی ہنستے مسکراتے برداشت کرنے میں یقین رکھتے ہیں۔

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

معاملہ بندی

عاشق و معشوق کے درمیان راز و نیاز اور چھیڑ چھاڑ کو معاملہ بندی کہتے ہیں۔ حسرت کے ہاں معاملہ بندی میں مہذبانہ اور سنبھلا ہوا انداز ملتا ہے۔ ابتذال نام کو نہیں ہے۔ یہ معاملہ بندی جرات اور انشاء جیسی نہیں بلکہ مومن اور نسیم دہلوی کی روایت کو آگے بڑھاتی ہے۔

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے
کھینچ لینا وہ میرا پردے کا کونہ دفعتاً
اور دوپٹے سے تیرا وہ منہ چھپانا یاد ہے
دوپہر کی دھوپ میں میرے بلانے کے لیے
وہ تیرا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے

محاکات نگاری / پیکر تراشی

پیکر تراشی، محاکات نگاری اور جذبات نگاری میں حسرت کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ان کی شاعری میں یہ پیکر کہیں استعاروں کی مدد سے تراشے گئے ہیں تو کہیں تشبیہات کی ندرت جلوے دکھاتی ہے۔ حسرت کی پیکر تراشی میں بصری، شامی، لمسی اور سمعی پیکر ملتے ہیں۔ پیکر تراشی میں وہ محبوب کے جمال، لباس، رخِ زیبا، ترنم، سرگیں نگاہوں، خوشبوئے دلبری سے کام لیتے ہیں۔

آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
آیا میرا خیال تو شرما کے رہ گئے

رنج و مسرت کا امتزاج

حسرت کے کلام میں رنج و مسرت کا حسین امتزاج ہے۔ ان کا غم میر کی طرح ہڈیوں کو پگھلا دینے والا نہیں ہے بلکہ ان کے ہاں غم راحت افزا ہے۔ چاہے وہ محبت کا غم ہو یا سیاست کا آزار۔ وہ ان میں شادمان نظر آتے ہیں۔

تاثیر صبر کی ہے نہ میری دعا کی ہے
وہ مائلِ وفا ہیں یہ قدرت خدا کی ہے

ندرتِ تراکیب

حسرت کی شاعری میں اردو شاعری کی گھسی پٹی اور روایتی تراکیب کی بجائے نئی نئی تراکیب تراشی ہیں۔ اور ان کو فنکارانہ حسن کے ساتھ غزل میں سمو دیا ہے۔ ان کی تراشی ہوئی تراکیب نادر، لطیف، شگفتہ اور حسین ہوتی ہیں۔

برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے
ہم نے اس شوخ کو مجبورِ حیا دیکھا ہے

حسن پرستی

حسرت کے تغزل می حسن پرستی ایک اہم چیز کے طور پر نمایاں ہوئی ہے۔ اردو شاعری میں جو تصور حسن تھا ان کی رگوں میں نیا خون دوڑا کر تصور حسن کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ حسرت کی حسن پرستی ان کی جمالیاتی ذوق حس کی آئینہ دار ہے۔ وہ محبوب کی ہستی سے پاگل پن کی حد تک پیار کرتے ہیں۔ مگر اس پاگل پن میں محبوب کی رسوائی کے حق میں نہیں ہیں۔ ان کا عشق پاکیزہ ہے اور یہی پاکیزگی ان کی حسن پرستی میں بھی نظر آتی ہے۔

اللہ رے جسم یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

روبرو تیرے حسن خوباں کے
جتنے دعوے ہیں بے دلیل ہیں سب

سوز و گداز

حسرت کا دل ایک درد مند دل ہے۔ اور اس میں سوز و گداز کی وہ کیفیت بدرجہ اتم موجود ہے جو غزل کو جان شاعری بناتی ہے۔ ان کے ذاتی حالات و حوادث نے ان کے درد و سوز کو اور گہرا کر دیا ہے۔ اور وہ اس درد کو اپنے کلام میں اس طرح سموتے ہیں کہ ہر قاری اسے اپنے دل کا درد محسوس کرتا ہے۔

دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد
تیرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

صوفیانہ شاعری

مولانا حسرت موہانی درویش منش انسان تھے۔ اور یہی صفت ان کے اشعار میں بھی پائی جاتی ہے۔ ان کے کلام میں تصوف اور عارفانہ رنگ موجود ہے۔ ان کے نزدیک تصوف جان مذہب ہے اور عاشقی جان تصوف۔

سب سے منہ موڑ کے راضی ہیں تیری یاد سے ہم
اس میں اک شان فراغت بھی ہے راحت کے سوا

الغرض حسرت نے اردو غزل کو ایک نیا روپ، نیا لہجہ اور نئی توانائی دی ہے۔ انہوں نے غزل کو سچ بولنا سکھایا ہے۔ اور اسے حقیق انسانی جذبات کا ترجمان بنایا ہے۔ ان کے کلام میں اگرچہ مومن کی جدت ادا، مصحفی کی سلاست، میر کا سوز و گداز، جرات کی شوخی پائی جاتی ہے مگر ان کی غزل کلاسیکی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہونے کے باوجود عصر حاضر کی غزل معلوم ہوتی ہے۔ ان کی غزل میں دہلی

کا وقار، لکھنؤ کا نکھار، رام پور کی شوخی و بے باکی سب رنگ مکمل مل گئے ہیں۔ یہی وہ خصوصیات ہیں جن کی بناپر انہیں ہم عصروں میں ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی اور اسی سبب سے انہیں رئیس المتغزلین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

معروضی

سوال: حسرت موہانی کی پیدائش ووفات کیا ہے؟

جواب: 1875ء۔1951ء

سوال: حسرت موہانی کا اصل نام کیا تھا؟ اور اسے کس لقب سے یاد کیا جاتا ہے؟

جواب: سید فضل الحسن۔ رئیس المتغزلین

سوال: حسرت موہانی نے کون سا ادبی رسالہ نکالا؟

جواب: اردوئے معلیٰ

سوال: حسرت کے کتنے دیوان ہیں؟ نیز ان کا تمام کلام کس نام سے شائع ہو چکا ہے؟

جواب: حسرت نے 13 دیوان لکھے جو "کلیاتِ حسرت" کے نام سے شائع ہوئے۔